Journal of World Religions and Interfaith
ISSN: 2958-9932 (Print), 2958-9940 (Online)
Vol. 3, Issue 1, Spring 2024, PP. 201-222
HEC:https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089593#journal_result
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/168

Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title Shariah order to the bay'al' murabaha lil'amiri bi'shira; a review of the arguments of those who say it is not permissible and those who say it is permissible

Author (s): **Dr. Abdul Rehman**
Lecturer of Islamiat, G.M.G. College, G.M Abad Faisalabad

Umme Aymen Abdul Razzaq
Visiting Lecturer of Islamiat, GC Women University, Faisalabad

Received on: 11 May, 2024
Accepted on: 15 June, 2024
Published on: 30 June, 2024

Citation: Dr. Abdul Rehman, and Umme Aymen Abdul Razzaq. 2024. "Shariah Order to the bay'al' Murabaha lil'amiri bi'shira; A Review of the Arguments of Those Who Say It Is Not Permissible and Those Who Say It Is Permissible". *Journal of World Religions and Interfaith Harmony* 3 (1):201-22. https://doi.org/10.52461/jwrih.v3i1.2768.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the [Department of World Religions and Interfaith Harmony](#) is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](#).

JWRIH 03:01 (2024) pp. 201-222 **ISSN: 2958-9932**

بیع المرابحہ للآمر بالشراء کا شرعی حکم؛ قائلین ومانعین کی ادلہ کا جائزہ

Shariah order to the bay’al’ murabaha lil’amiri bi’shira; a review of the arguments of those who say it is not permissible and those who say it is permissible

Dr. Abdul Rehman
Lecturer of Islamiat, G.M.G. College, G.M Abad Faisalabad
Email: phdinislamiat@gmail.com

Umme Aymen Abdul Razzaq
Visiting Lecturer of Islamiat, GC Women University, Faisalabad
Email: ummeaymen38@gmail.com

Abstract

Allah Almighty has created man on the basis of good nature and his true happiness is found only in natural things. He is generally pleased in two ways. One by fulfilling his need and the other by fulfilling his desire. Sometimes this need and desire is fulfilled by spiritual things, for example, when someone smiles or speaks well, he gets pleasure and sometimes by real things, for example, when he gets a nice car or a house, etc.There are many means to satisfy needs and desires, but the most important and effective means is wealth. And then the Islamic law also does not forbid a person from fulfilling his needs and desires, but guides him to fulfill his needs and desires in natural and legitimate ways so that the nature of his happiness is to be real and useful. But nowadays, many people are unable to fulfill their basic needs due to lack of wealth, even if they fulfill their desires. However, even though he does not have wealth or lacks it, Islamic Shari'ah has guided man in this situation on many natural ways by which he can fulfill his needs and desires. Among them, one of the methods of financial transactions is Bay' al-Murabaha, the contemporary form of which is Bay' al-Murabaha Lil-A’mir Bi’shirah. It is a financial transaction, in which a financially weak person (A'mir) asks another wealthy person or party (Mamor) to buy the desired item in order to get what he needs. And then he promises to buy that item on loan from him at a higher price. In this way, where his need is fulfilled in time, others also get financial benefit. There is no artificiality and affectation in this transaction and it is actually a legitimate alternative to profit on debt. But there is one aspect in it that some scholars and jurists have reservations about it because

of the promise made by the A'mir, it causes problems from the Shari'a point of view. Foremost among them is the encroachment of rights and the second is to transact something that does not exist at the moment. What is the status of these problems in this transaction? Do they change the order of this transaction? The review of these considerations is being presented in this scholarly discussion so that the Shariah order of this pledge can be clarified in the true sense

Keywords: Bai al-Murabaha, The buyer, The seller, Profit, Commitment

اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت سلیمہ پر پیدا کیا ہے اور طبعی چیزوں میں ہی اس کی حقیقی خوشی پنہاں ہے۔ اس کو عمومی طور پر دو صورتوں میں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ایک اپنی ضرورت پوری کر کے اور دوسری اپنی خواہش پوری کر کے۔ بعض دفعہ یہ ضرورت اور خواہش معنوی چیزوں سے پوری ہوتی ہے، مثلاً کسی کے مسکرانے یا اچھی بات وغیرہ کرنے پر اور بعض دفعہ حقیقی چیزوں سے، مثلاً اچھی گاڑی یا گھر وغیرہ ملنے پر۔ ضرورت اور خواہش پوری کرنے کے کئی ذرائع ہیں، لیکن ان میں سے اہم اور مؤثر ترین ذریعہ مال ہے۔ اور پھر شریعت اسلامیہ بھی انسان کو ضرورت و خواہش پورا کرنے میں ہر گز منع نہیں کرتی، بلکہ اسے طبعی و جائز طریقوں سے اپنی ضرورت و خواہش پورا کرنے پر رہنمائی کرتی ہے تاکہ اس کی خوشی کی نوعیت حقیقی اور مفید ہو۔ لیکن عصر حاضر میں ایک بہت بڑا طبقہ مال کی قلت کی وجہ سے اپنی بنیادی ضرورت پوری کرنے سے قاصر ہے چہ جائیکہ وہ اپنی خواہشات کو پورا کرتا پھیرے۔ بہر حال اگرچہ اس کے پاس مال نہیں ہے یا اس کی قلت ہے لیکن شریعت اسلامیہ نے اس صورت حال میں بھی انسان کو کئی طبعی طرق پر رہنمائی کی ہے جن کے ذریعہ یہ اپنی ضرورت و خواہش پوری کر سکتا ہے۔ ان میں سے مالی لین دین کا ایک طریقہ بیع المرابحہ ہے، جس کی معاصر صورت بیع المرابحہ للآمر بالشراء ہے۔ یہ ایک مالی لین دین ہے، جس میں مالی لحاظ سے کمزور شخص (آمر) اپنی ضرورت کی چیز حاصل کرنے کے لیے دوسرے مالدار شخص یا فریق (مامور) کو مطلوبہ چیز خریدنے کا کہتا ہے اور پھر اس سے ادھار میں وہ چیز زائد قیمت کیساتھ خریدنے کا وعدہ کرتا ہے۔ اس طرح سے جہاں اس کی ضرورت بروقت پوری ہوتی ہے وہاں دوسرے کو مالی فائدہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لین دین میں کوئی تکلف نہیں پایا جاتا اور یہ اصل میں قرض پر نفع کے متبادل ایک جائز صورت ہے۔ لیکن اس میں ایک پہلو ایسا ہے جس پر بعض علماء و فقہاء کو تحفظات ہیں کہ اس میں آمر جو وعدہ کرتا ہے اس کی وجہ سے شرعی لحاظ سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ جن میں سر فہرست حق الخیار کا متاثر ہونا اور دوسرا ایسی چیز کا لین دین کرنا جس کا فی الوقت وجود نہیں ہے۔ اس بیع میں ان مسائل کی کیا حیثیت ہے؟ کیا

ان کی وجہ سے اس بیع کا حکم بدل جاتا ہے؟ ان تحفظات کا جائزہ اس علمی بحث میں پیش کیا جارہا ہے تاکہ اس بیع کا شرعی حکم صحیح معنوں میں واضح ہوسکے۔

بیع المرابحہ للآمر بالشراء کا مفہوم صحیح طریقے سے جاننے کے لیے اس کے ہر ہر لفظ یعنی مفردات پر غور کرنے سے آسانی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اس شرعی مسئلہ کے مفردات کی تشریح وتعریف مندرجہ ذیل ہے۔

بیع المرابحہ للآمر بالشراء کے مفردات کی تعریفات:

بیع کی تعریف:

بیع کا لفظی معنیٰ فروخت کرنا ہے، لیکن اس کے کثرت استعمال کی وجہ سے اس کا اطلاق خرید وفروخت دونوں پر ہوتا ہے، جیسا کہ کتب حدیث اور مصادر فقہ میں خرید وفروخت کے مسائل کو "ابواب البیوع" یا "کتاب البیوع" کے عنوان سے بیان کیا جاتا ہے۔ اسی تناظر میں فقہاء کرام بیع کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں؛

"مبادلة المال بالمال على وجه التراضي"[1]

فریقین کا باہمی رضامندی سے مال کا مال کے ساتھ لین دین کرنا۔

"مبادلة المال بالمال، تمليكاً وتملكا "[2]

مالک بنتے اور بناتے ہوئے مال کا مال کے ساتھ لین دین کرنا۔

مرابحہ کی تعریف:

مرابحہ کے لغوی اطلاقات "نفع، فوائد اور زوائد" پر ہوتے ہیں، جیسا کہ سورت البقرہ میں ہے "{فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ}"[3] ان کی تجارت نے ان کو نفع نہ پہنچایا۔ مصادر فقہیہ میں اصطلاحی تعریف مختلف الفاظ میں ملتی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل ہے؛

"بيع السلعة بالثمن الذي اشتراها به وزيادة ربح معلوم لهما"[4]

---

[1] : بدر الدين العيني، محمود بن أحمد، البناية شرح الهداية، دار الكتب العلمية، بيروت، 2000م، ج: 7، ص: 30

[2] : الكوسج، إسحاق بن منصور، مسائل الإمام أحمد وإسحاق بن راهويه، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، 2002م، ج: 6، ص: 2553

[3] : البقرة 2: 16

[4] : الدسوقي، محمد بن أحمد، الشرح الكبير للشيخ الدردير وحاشية الدسوقي، دار الفكر، 1431ھ، ج: 3، ص: 159

چیز کو اسی قیمت پر بیچنا جس پر اسے خرید اور نفع دونوں کے درمیان معلوم و متعین ہو۔

"أن يخبر برأس ماله ثم يبيع به ويربح، ثم يبيع به ويربح فيقول: رأس مالي فيه مائة، بعتكه بها وربح عشرة"[5]

چیز پر اپنی لاگت بتائے پھر اسے منافع کے ساتھ بیچ دے، مثلاً یوں کہے: اس پر میری لاگت سو روپے ہے، میں تمہیں اسے بیچتا ہوں دس روپے کے نفع کے ساتھ۔

مرابحہ کی جتنی بھی تعریفات کی گئی ہیں، ان سب میں دو چیزیں مشترک ہیں۔ پہلی یہ کہ بائع کا صحیح صحیح بتانا کہ اس کی لاگت کتنی ہے یعنی اصل قیمتِ خرید بتائے، دوسری یہ کہ فریقین کے درمیان نفع متعین ہو۔

تعریف الآمر للشراء:

الآمر عربی میں اسم فاعل کا صیغہ ہے، جس کا معنیٰ "حکم دینے والا"، اور "الشراء" سے مراد "خرید" ہے۔ یعنی وہ شخص جو کسی کو کچھ خریدنے کا حکم اور درخواست کرے۔

بیع المرابحہ للآمر بالشراء کی اصطلاحی تعریف:

اس مشہور مسئلہ کی اصطلاحی تعریفات بھی متعدد اسالیب میں کی گئی ہیں، جن میں جامع ترین تعریف مندرجہ ذیل ہے:

"هو أن يتقدم العميل إلى البنك طالباً منه شراء سلعة معينة بالمواصفات التي يحددها على أساس الوعد من بشراء تلك السلعة اللازمة له فعًلا مرابحة بالنسبة التي يتفقان عليها، ويدفع الثمن مقسطاً حسب إمكانياته"[6]

خواہشمند شخص بینک کے پاس کسی معین صفات کی حامل چیز کی خریداری کے لیے پیش ہو، جسے وہ بینک کو متفقہ نفع دینے کے ساتھ خریدنے کا وعدہ کرے، پھر بینک کو قسطوں میں اس چیز کی قیمت ادا کرے گا۔

وضاحت: اس تعریف کو مثال سے سمجھتے ہیں؛ زید بینک جاتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ مجھے فلاں کمپنی کی فلاں فلاں صفات کے ساتھ گاڑی خریدنی ہے، میرے پاس فی الوقت رقم دستیاب نہیں ہے، آپ گاڑی خرید لیں تو میں آپ سے اس کو قسطوں میں لازماً خرید لوں گا اور آپ کو ساتھ میں نفع بھی دوں گا جتنا ہمارے درمیان باہمی اتفاق سے طے ہو جائے۔

---

[5] : ابن قدامة، عبد الله بن أحمد المقدسي، الكافي في فقه الإمام أحمد، دار الكتب العلمية، 1994م، ج: 2، ص: 5

[6] : سيد الهواري، أحمد عبد العزيز النجار و أحمد فاضل عباس مكي، الموسوعة العلمية والعملية للبنوك الإسلامية، إتحاد الدولي للبنوك الإسلامية، 1981 ج: 1، ص: 29

اس تعریف کے تین اہم ترین مندرجات ہیں؛

1- خواہشمند شخص یعنی آمر کا بینک سے کسی چیز کی خریداری کا مطالبہ کرنا اور پھر اسے خود خریدنے کا وعدہ کرنا ہے۔

2- بینک کا اس چیز کو متعلقہ کمپنی سے خرید کر اپنے قبضہ میں لینا۔

3- بینک کا خواہشمند شخص کو نفع کے ساتھ ادھار پر اس چیز کو فروخت کرنا ہے۔

بیع المرابحہ للآمر بالشراء کے دیگر نام:

1- بیع المرابحہ بالشراء
2- بیع المواعدہ
3- المرابحہ المصرفیہ
4- المرابحہ المرکب (بمقابلہ المرابحہ البسیط)

اہم ملاحظات:

1- مرابحہ بسیط اور مرابحہ مرکب یعنی زیر بحث مرابحہ میں فرق یہ ہے کہ مرابحہ بسیط میں صرف دو فریق ہوتے ہیں، ایک بائع اور دوسرا مشتری۔ جبکہ مرابحہ مرکب میں تیسرا فریق بھی ہوتا ہے جس کی حیثیت وسیط کی ہوتی ہے اور وہ بینک ہے جو بائع اور مشتری کے درمیان بطور وسیط شریک ہوتا ہے۔

2- مرابح بالشراء کی کچھ شکل وکالہ سے بھی ملتی ہے، کیونکہ وکالہ میں مشتری کسی چیز کی خریداری کے لیے کسی کے ذمہ داری لگاتا ہے، اس طرح وہ چیز کی قیمت کے ساتھ ساتھ اس کی اس ذمہ داری کی مزدوری بھی دیتا ہے۔

3- بیع المرابحہ بالشراء کی عصر حاضر میں دو مشہور صورتیں پائی جاتی ہیں؛ پہلی صورت جس میں آمر کو اپنے وعدے کے مطابق مذکورہ چیز خریدنا لازم ہو اور رجوع کا اختیار نہ ہو۔ دوسری صورت جس میں اسے اپنے وعدے سے ہٹنے کا اختیار حاصل ہو۔

تاریخی پس منظر:

بیع المرابحہ بالشراء صرف اپنے نام کے لحاظ سے ہی جدید ہے، وگرنہ اس بیع کا تصور قدیم ہے۔ متقدمین فقہاء کی کتب میں اس مسئلہ پر بھرپور تفصیلات ملتی ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ دور حاضر میں اس مجال میں توسیع آئی ہے۔ ذیل میں فقہاء کرام کے چند ایک اقتباسات سے اس کا تاریخی پس منظر بیان کیا جارہا ہے۔

امام حسن شیبانی رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اسی مسئلہ کی بابت استفسار کرتے ہیں؛

> " أرأيت رجلاً أمر رجلاً أن يشتري داراً بألف درهم وأخبره أنه إن فعل اشتراها الآمر بألف درهم ومائة درهم فأراد المأمور شرى الدار ثم خاف إن اشتراها أن يبدو للآمر فلا يأخذها فتبقى الدار في يد المأمور كيف الحيلة في ذلك؟ قال يشترى المأمور فيقول له قد أخذت منك هذه الدار بألف درهم ومائة درهم فيقول له المأمور هي لك بذلك فيكون ذلك للآمر لازماً ويكون استيجاباً من المأمور للمشتري۔ "[7]
>
> آپ کا اس مسئلہ کے بارے میں کیا خیال ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ گھر ایک ہزار میں خرید لو اور ساتھ یہ کہتا ہے کہ اگر تم نے واقعی خرید لیا تو میں پھر آپ سے ایک ہزار اور ایک سو درہم میں خرید لوں گا۔ جب مامور نے ایسا کرنا چاہا تو اس خدشہ ہوا کہ اگر میں نے اس کے کہنے پر ایسا کر لیا تو بعد میں اس کا ارادہ بدل ہی نا جائے اور پھر گھر میرے کھاتے میں پڑ جائے۔ تو یہ بندہ اس مسئلہ میں کیسے بچ سکتا ہے؟۔ اس پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ مامور گھر کے مالک سے تین دن کے خیار کے ساتھ وہ گھر خرید کر اپنے قبضے میں کرے اور آمر کے پاس آئے اور بتائے کہ جیسے تم نے کہا ویسے کر لیا ہے۔ پھر اگر آمر کہے کہ ٹھیک ہے میں نے تم سے ایک ہزار اور ایک سو درہم میں خرید لیا تو مامور علی سبیل اللزوم اسے بیچ دے گا، اس طرح سے مامور اپنے کام میں کامیاب ہو جائے گا۔

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ احناف کے ہاں زمانہ قدیم سے بیع المرابحہ بالشراء کا تصور بھی موجود ہے اور جائز بھی ہے۔ فقہ مالکی میں بھی بیع المرابحہ بالشراء کا تصور قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کی بابت سب سے زیادہ بحث فقہ مالکی میں پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ موطا کی شرح المنتقی میں ہے کہ؛

> "في الذي يقول اشتر هذا المبتاع، وأنا ابتاعه منك بربح يسميه إلى أجل أن ذلك مكروه، ومعنى ذلك ما قدمناه من أن يراعي عدم انبرام العقد ولزومه فإن كان على الموعد فهو مكروه، ولا ينتقض، وإن ذكر الربح وسماه، وإن كان على اللزوم فهو حرام، وهو الذي ينقض".[8]

---

[7] : الشيباني، محمد بن الحسن، المخارج في الحيل، مكتبة الثقافة الدينية، القاهرة، 1999م، ص: 40

[8] : الباجي، سليمان بن خلف، المنتقى شرح الموطإ، مطبعة السعادة، 1332هـ، ج: 5، ص: 71

جو شخص یہ کہے کہ تم یہ چیز خرید لو، اور میں آپ سے متعین نفع کے ساتھ ادھار کی شکل میں خرید لوں گا، تو اس کا حکم مکروہ کا ہے۔ اس کی وجہ یہ اس نے خریداری پر وعدہ کیاہے جو مناسب نہیں ہے اس،(اس سے مشتری کے خیار والا حق ختم ہو جاتا ہے) اس صورت میں بیع نہیں ٹوٹے گی۔ دوسری صورت یہ کہ اگر وہ متعین نفع کے ساتھ خریدے اور اس کی حیثیت وعدہ کی نہیں بلکہ لزوم کی تو حرام ہے (کیونکہ ابتداء کلام میں بیع کا لزوم کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اس کے پاس فی الوقت مبیع دستیاب ہی نہیں)، لہذا اس سے یہ بیع ٹوٹ جائے گی۔ (لہذا فقہ مالکی میں بھی اس بیع کا تصور زمانہ قدیم سے ہے)

فقہ شافعی میں بھی بیع المرابحہ بالشراء کا تصور زمانہ قدیم سے موجود ہے۔ جیسا کہ امام شافعی اپنی کتاب الام میں اس بابت رقمطراز ہیں؛

"وإذا أرى الرجل الرجل السلعة فقال اشتر هذه وأربحك فيها كذا فاشتراها الرجل فالشراء جائز والذي قال أربحك فيها بالخيار إن شاء أحدث فيها بيعا، وإن شاء تركه. "[9]

جب کوئی آدمی دوسرے آدمی سامان دیکھائے اور اسے کہے کہ اسے خرید لو اور پھر میں تم سے اس قدر نفع کے ساتھ خرید لوں گا، تو یہ بیع جائز ہے۔ لیکن جو شخص نفع دے کر خریدنے کا خواہش مند ہے اسے خیار حاصل ہو گا کہ چاہے تو اس بیع کو جاری رکھے اور نافذ کر لے یا چاہے تو چھوڑ دے۔

فقہ حنبلیہ میں بھی اس بیع کا تصور موجود ہے، جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہے؛

"قلت: بيع ما ليس عندك؟ أن يقول لصاحبه: اشتر كذا وكذا اشتريه منك؟ قال: أكرهه."[10]

میں نے پوچھا کہ اس بیع کے بارے میں کیا خیال ہے جس کی ملکیت بائع کے پاس نہ ہو۔ یعنی یہ کہ کوئی شخص اپنے کسی دوست سے کہے کہ فلاں چیز خرید لو اور پھر میں آپ سے وہ چیز خرید لوں گا۔ تو امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں اسے مکروہ خیال کرتا ہوں۔

---

[9] : الشافعي، محمد بن إدريس، الأم، دار الفكر ، بيروت، 1983م، ج: 3، ص: 39

[10] : الكوسج، مسائل الإمام أحمد وإسحاق بن راهويه، ج: 6، ص: 2658

مندرجہ بالا مذاہب اربعہ کی کتب سے اقتباسات پیش کیے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع المرابحہ للآمر بالشراء کا تصور زمانہ قدیم سے موجود ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کے ہاں اس بیع کا شرعی حکم مختلف فیہ ہے۔

بیع المرابحہ للآمر بالشراء کے بارے میں فقہاء کرام کی آراء:

اس بیع کے تاریخی منظر کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ اس بیع کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ بعض سے اسے مباح تصور کرے ہیں اور بعض اسے مکروہ اور حرام سمجھتے ہیں۔ یعنی بنیادی طور پر جائز اور ناجائز دو موقف پائے جاتے ہیں۔

جواز کے قائلین:

فقہ حنفیہ کا ایک گروہ اس بیع کے جواز کی طرف گیا ہے[11]۔

اسی طرح امام شافعی کی رائے بھی اسی موقف کی طرف مائل ہے[12]۔

حنابلہ میں سے امام ابن القیم رحمہ اللہ بھی اسی رائے کے قائل ہیں[13]۔

مزید متقدمین میں سے امام قاسم بن محمد اور حمید الطویل بھی اسی موقف کے حامی ہیں[14]۔

عدم جواز کے قائلین:

فقہ مالکیہ کے اکثر فقہاء کرام اس بیع کی حرمت کے قائل ہیں۔[15]

یہی موقف حضرت عبد اللہ بن عمر، سعید بن مسیب، ابن سیرین، امام حسن البصری، امام نخعی، قتادہ اور امام عبید اللہ بن الحسن کا ہے۔[16]

متقدمین میں سے امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راویہ اور امام ابن المنذر کا موقف بھی عدم جواز کا ہی ہے۔[17]

---

[11] : الشيباني، المخارج في الحيل، ص: 40

[12] : الشافعي، الأم، ج: 4، ص: 75

[13] : ابن القيم، محمد بن أبي بكر، إعلام الموقعين عن رب العالمين، دار الكتب العلمية، بيروت، 1991م، ج: 4، ص: 23

[14] :ابن المنذر، محمد بن إبراهيم، الأشراف على مذاهب العلماء، مكتبة مكة الثقافية، 2004م، ج: 6، ص: 123

[15] : العبدري، محمد بن يوسف الغرناطي، التاج والإكليل لمختصر خليل، دار الكتب العلمية، بيروت، 1416ھ، ج: 6، ص: 295

[16] : ابن المنذر، الإشراف على مذاهب العلماء، ج: 6، ص: 134

[17] : الكوسج، مسائل الإمام أحمد رواية ابنه عبد الله ، ص: 280

جواز کے قائلین کے دلائل:

دلیل اول: (الاصل فی المعاملات الاباحہ)

وضاحت: جتنے بھی معاملات اور لین دین ہیں، اصلاوہ مباح ہی ہوتے ہیں حتی کہ جب کوئی نص حرمت کا تقاضے کرے تو یہ حکم بدلتا ہے یعنی اباحت سے حرمت کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے ممنوع ہونے کی دلیل ہو گی تو ممنوع کہا جائے گا وگرنہ اصلا اس کا حکم مباح کا ہی ہے۔ اس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں مانگی جائے گی بلکہ اس کو ناجائز کہنے کی دلیل طلب کی جاسکتی ہے۔ اور حرمت کی طرف لے جانے والی دلیل بھی قطعی ہونی چاہیے، محض گمان اور شبہ کی بنیاد پر کوئی بھی معاملہ مباح سے حرام میں نہیں بدل جاتا۔[18]

دلیل کا جائزہ:

"الاصل فی المعاملات الاباحہ" ایک فقہی ثابت شدہ قاعدہ ہے جس پر کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ چونکہ یہ نصوص شریعت سے حاصل ہوا ہے اس لیے مذاہب اربعہ کے تمام فقہاء بالاتفاق اسے قبول کرتے ہیں۔ اور بیع المرابحہ لین دین کا ایک معاملہ ہے جس کے مباح ہونے کے لیے یہ قاعدہ فقہیہ ایک مضبوط دلیل ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ شرعی نصوص میں معاملات کے بارے حرمت کے پہلو بہت کم ہیں، تاکہ روزمرہ کی زندگی میں مکلفین کے لیے مشقت پیدا نہ ہو۔ اسی لیے نزول وحی کے دور میں کثرتِ سوال سے منع بھی کیا گیا تھا، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے "يا أيها الذين آمنوا لا تسألوا عن أشياء إن تبدلكم تسؤكم" (اے ایمان والو! بہت سی چیزوں کے بارے میں مت پوچھا کرو، اگر انہیں تمہارے لیا ظاہر کر دیا جائے تو وہ تمہیں بری لگیں گی)[19]۔

اسی معنیٰ کی تائید میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "إن أعظم المسلمين على المسلمين جرماً من سأل عن شيء لم يحرم على المسلمين فحرم من أجل مسألته "[20] بے شک مسلمانوں میں سب سے بڑا جرم والا وہ شخص ہے جس نے حلال چیز کے بارے میں سوال کیا، پھر اس کے سوال کی وجہ سے وہ حلال چیز حرام قرار دے دی گئی۔

---

[18] : القرضاوي، یوسف، بیع المرابحۃ للآمر بالشراء کما تجریہ المصارف الاسلامیۃ، مکتبۃ وھبۃ القاھرۃ. 1987م، ص:13

[19] : المائدة 6: 101

[20] : البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري دار ابن كثير، بيروت، 1987م، ج: 6، ح: 6859

معلوم ہوا کہ معاملات میں اصل حکم اباحت کا ہی ہے، بلاوجہ سے معاملات میں بغیر دلیل شبہ پیدا نہیں کرنا چاہیے۔ جب تک کوئی قطعی نص موجود نہ ہو تب تک کسی معاملہ کو حرام ہرگز نہ قرار دیا جائے۔ بیع المرابحۃ للآمر بالشراء بھی اس بنیاد پر جائز ہے اور اس کے حرام ہونے کی کوئی قطعی دلیل بھی موجود نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس اس کے جواز پر دلائل موجود ہیں جیسا کہ فرمان الٰہی ہے "أحل اللہ البیع"[21] (اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا ہے) یہاں لفظ بیع پر الف لام جنس کے لیے ہے جس کا مطلب کہ ہر طرح کی بیع کا اصلا حکم حلال ہونا ہے۔

"أحل اللہ البیع" کی تفسیر میں امام شافعی رقمطراز ہیں؛

> "فأصل البيوع كلها مباح إذا كانت برضا المتبايعين الجائزي الأمر فيما تبايعا إلا ما نهى عنه رسول الله - صلى الله عليه وسلم - منها وما كان في معنى ما نهى عنه رسول الله - صلى الله عليه وسلم - محرم بإذنه داخل في المعنى المنهي عنه، وما فارق ذلك أبحناه بما وصفنا من إباحة البيع في كتاب الله تعالى "[22]

بیوع کی تمام اقسام کا اصل حکم جواز کا ہے بشرطیکہ فریقین باہم رضامند ہوں۔ لیکن وہ بیوع حرام ہوں گی جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمادیا یا ممنوع کے حکم میں ہو۔ ان کے علاوہ تمام بیوع کو اس قرآنی نص کی وجہ سے مباح کا حکم دیں گے۔

دلیل ثانی: فقہاء وائمہ کے اقوال وفتاوی

اس بیع المرابحہ بالشراء کے بارے میں کبار فقہاء کرام نے جواز کا حکم لگایا ہے؛

امام شافعی رحمہ اللہ بیع المرابحہ للآمر بالشراء کی اکثر بیشتر صورتوں کے جواز کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

> "وإذا أرى الرجل الرجل السلعة فقال اشتر هذه وأربحك فيها كذا فاشتراها الرجل فالشراء جائز والذي قال أربحك فيها بالخيار إن شاء أحدث فيها بيعا، وإن شاء تركه. وهكذا إن قال اشتر لي متاعاً ووصفه له أو متاعاً أي متاع شئت وانا أربحك فيه فكل هذا سواء يجوز البيع الأول ويكون فيما أعطى من نفسه بالخيار وسواء في هذا ما وصفت إن كان قال أبتاعه

---

[21] : البقرة 2 : 275

[22] : الشافعي، الأم، ج: 3، ص: 3

واشتريه منك بنقد أو دين يجوز البيع الأول ويكونان بالخيار في البيع الخيار فإن حدداه جاز..."[23]

جب کوئی آدمی دوسرے آدمی سامان دیکھائے اور اسے کہے کہ اسے خرید لو اور پھر میں تم سے اس قدر نفع کے ساتھ خرید لوں گا، تو یہ بیع جائز ہے۔ لیکن جو شخص نفع دے کر خریدنے کا خواہش مند ہے اسے خیار حاصل ہو گا کہ چاہے تو اس بیع کو جاری رکھے اور نافذ کر لے یا چاہے تو چھوڑ دے۔ اسی طرح جب کہے کہ میرے لیے مخصوص صفات کے ساتھ فلان سامان خرید لو یا تخصیص کے بغیر ہی کہہ دے کہ فلاں سامان خرید لو، اس پر میں تمہیں نفع دوں گا۔ یہ سب ایک ہی چیز ہے اور جائز ہے، اس میں مشتری کو خیار حال ہو گا۔ اور اگر کہے کہ میں تم سے نقد یا ادھار میں خرید لوں گا یہ بھی جائز ہے لیکن یہاں دونوں کو خیار حاصل ہو گا اور اگر وہ آپس میں کوئی چیز طے بھی کر لیتے ہیں تب بھی ٹھیک ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بیع المرابحہ للآمر بالشراء کے جواز کا فتوٰی دیتے ہوئے رقمطراز ہیں؛

"قلت: أرأيت رجلاً أمر رجلاً أن يشتري داراً بألف درهم وأخبره أنه إن فعل اشتراها الآمر بألف درهم ومائة درهم فأراد المأمور شرى الدار ثم خاف إن اشتراها أن يبدو للآمر فلا يأخذها فتبقى الدار في يد المأمور كيف الحيلة في ذلك؟ قال يشترى المأمور فيقول له قد أخذت منك هذه الدار بألف درهم ومائة درهم فيقول له المأمور هي لك بذلك فيكون ذلك للآمر لازماً ويكون استيجاباً من المأمور للمشتري، أي ولا يقل المأمور مبتدئاً بعتك إياها بألف ومائة لأن خياره يسقط بذلك فيفقد حقه في إعادة البيت الى بائعه. 24

میں نے پوچھا آپ کا اس مسئلہ کے بارے میں کیا خیال ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ یہ گھر ایک ہزار میں خرید لو اور ساتھ یہ کہتا ہے کہ اگر تم نے واقعی خرید لیا تو میں پھر آپ سے ایک ہزار اور ایک سو درہم میں خرید لوں گا۔ جب مامور نے ایسا کرنا چاہا تو اس خدشہ ہوا کہ اگر میں نے اس کے کہنے پر ایسا کر لیا تو بعد میں اس کا ارادہ بدل ہی نا جائے اور پھر گھر میرے کھاتے میں پڑ جائے۔ تو یہ بندہ اس مسئلہ میں کیسے بچ سکتا ہے؟۔ اس پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ مامور گھر کے مالک

---

[23] : أيضا، ص: 39

[24] : الشيباني، المخارج في الحيل، ص: 40

سے تین دن کے خیار کے ساتھ وہ گھر خرید کر اپنے قبضے میں کرے اور آمر کے پاس آئے اور بتائے کہ جیسے تم نے کہا ویسے کر لیا ہے۔ پھر اگر آمر کہے کہ ٹھیک ہے میں نے تم سے ایک ہزار اور ایک سو درہم میں خرید لیا تو مامور علی سبیل اللزوم اسے بیچ دے گا، اس طرح سے مامور اپنے کام میں کامیاب ہو جائے گا۔ الغرض ابتداء ہی میں یہ نہ کہے کہ میں نے تمہیں یہ چیز ایک ہزار اور ایک سو میں بیچ دی، کیونکہ اس سے مشتری کا گھر کو واپس کرنے یا نا کرنے کا خیار ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر آمر اس گھر کو نہیں بھی خریدے گا تو مامور، جو آمر کیلیے گھر خرید چکا ہے، اصل بائع کو خیار حاصل ہونے کی وجہ سے واپس کر دے گا، اس طرح سے ضرر کا عنصر بھی ختم ہو جائے گا۔

امام ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ بیع المرابحہ بالشراء کے جواز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

> "رجل قال لغيره: اشتر هذه الدار - أو هذه السلعة من فلان - بكذا وكذا وأنا أربحك فيها كذا وكذا فخاف إن اشتراها أن يبدو للآمر فلا يريدها ولا يتمكن من الرد فالحيلة أن يشتريها على أنه بالخيار ثلاثة أيام أو أكثر ثم يقول للآمر: قد اشتريتها بما ذكرت فإن أخذها منه وإلا تمكن من ردها على البائع بالخيار فإن لم يشترها الآمر إلا بالخيار فالحيلة أن يشترط له خياراً أنقص من مدة الخيار التي اشترطها هو على البائع"[25]

ایک آدمی دوسرے سے کہتا ہے کہ "یہ گھر خرید لو یا یہ سامان فلاں شخص سے خرید لو، اس قدر قیمت کے ساتھ اور میں تم سے اس پر مخصوص نفع کے ساتھ خرید لوں گا"۔ لیکن مامور یہاں پر خائف ہے کہ اگر اس نے واقعی خرید لیا تو ممکن ہے آمر کو اس کے بعد خریدنے میں دلچسپی نہ رہے! تو یہاں بچاؤ کا سلسلہ یہ ہے کہ مامور اس چیز کو تین یا زائد دنوں کے خیار کے ساتھ خرید لے ۔ پھر آمر سے ملے اور بتائے کے آپ کے حکم کے مطابق فلاں چیز خرید لی ہے، اگر تو آمر خرید لے گا تو ٹھیک ہے اگر نہیں خریدتا تو وہ اپنا حق خیار استعمال کرتے ہوئے بائع کو واپس کر دے گا۔ اور اگر آمر بھی خیار کے ساتھ خریدنے کی شرط لگا دے تو مامور کو چاہیے کہ وہ خیار کی مدت کم کر کے دے کہ اگر یہ اپنے خیار کا حق استعمال کرتا ہے تو مامور بھی اپنے حق خیار کے ساتھ بائع اول سے وہ چیز واپس کر دے۔

---

[25] : ابن القيم، اعلام الموقعين، ج: 4، ص: 29

یہاں امام ابن القیم رحمہ اللہ بیع المرابحہ کے جواز کا حکم ہی بیان نہیں کر رہے بلکہ اس بیع میں جتنے بھی خدشات فریقین کو لاحق ہو سکتے ہیں، ان کا حل بھی بتا رہے ہیں کہ ان سے کیسے بچا جا سکتا ہے۔ لہذا اگر اس بیع میں تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر خرید وفروخت کی جائے تو اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں ہے اور نہ ہی شرعا کوئی ممانعت اس کی طرف متوجہ ہوتی نظر آتی ہے۔

دلیل ثالث: مصالح ومرعات / انسانی فلاح وبہبود

دین اسلام عقائد، عبادات اور معاملات پر مشتمل ہے۔ عقائد وعبادات میں صرف اسی کام کی اجازت ہوتی ہے جس کے کرنے کوئی دلیل موجود ہوتی ہے، جبکہ معاملات میں ہر کام کی اجازت ہوتی ہے جب تک کہ کوئی ممانعت کی دلیل نہ آجائے۔ اور معاملات میں سب سے بنیادی اور مرکزی حیثیت لوگوں کی فلاح وبہبود یعنی مصالح ہیں، جن کے پیش نظر شرعی احکام وضع کیے گئے ہیں۔ لہذا بیوع اور معاملات میں آپ دیکھیں گے کہ صرف وہی معاملات ممنوع ہیں جن میں ظلم، ربا، ذخیرہ اندوزی اور دھوکہ وغیرہ پایا جائے یا دشمنی وعداوت کا موجب بنیں اور یہ عموما جوے اور غرر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہی وہ بنیادی امور ہیں جن کی وجہ سے معاملات میں ممانعت آتی ہے۔ جہاں بھی یہ عوامل پائے جائیں گے وہاں شرعی حکم ممانعت کا ہو گا، بصورت دیگر جواز کا حکم ہو گا، کیونکہ معاملات میں اصل چیز لوگوں کی فلاح وبہبود ہے، جہاں فلاح وبہبود کا پہلو پایا جائے گا وہاں شرعی حکم جواز کا ہو گا اور جہاں انسانی فلاح وبہبود متاثر ہو رہی ہو گی وہاں ممانعت کا حکم متوجہ ہو رہا ہو گا۔ گویا کہ معاملات اور عقائد وعبادات میں واضح فرق موجود ہے، معاملات میں احکام کی علت موجود ہوتی ہے اور سمجھ میں بھی آرہی ہوتی ہے جبکہ عقائد وعبادات میں علل نہیں ہوتیں، اگر ہوں بھی تو ان کی بنیاد پر حکم میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ لہذا بیع المرابحہ للآمر بالشراء میں انسانی فلاح وبہبود کا پہلو نمایاں طور پر پایا جارہا ہے اور کوئی شرعی ممانعت بھی آڑے نہیں آرہی تو اس کا حکم جواز کا ہو گا۔

دلیل رابع: فقہی قاعدہ: جلب المنفعہ دفع الحرج

ابواب البیوع میں شریعت نے بندوں کے منافع کا بڑا خیال رکھا ہے اور ان کے منافع کے درمیان حائل ہونے والی رکاوٹوں کو بھی دور کیا ہے۔ اس موضوع پر جتنے بھی شرعی احکام ہیں، ان میں یہی چیز مد نظر رکھی گئی ہے کہ بندوں کو منافع حاصل ہوں اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کی جائیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے کہ "**يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر**"[26] (اللہ تمہارے ساتھ آسانی والا معاملہ کا ارادہ رکھتا ہے اور تمہارے واسطے تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا)۔ دوسری ایک جگہ پر ارشاد

---

[26] : النساء 04: 28

فرمایا کہ" **يريد الله أن يخفف عنكم**"[27](اللہ تعالیٰ کا اردہ ہے کہ وہ تم پر نرمی والا معاملہ کرے)۔ اسی مقصد کو ایک دوسری جگہ بھی بیان فرمایا ہے"وما جعل عليكم في الدين من حرج"[28](اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے معاملہ میں ذرا تنگی نہیں کی)۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنھما کو یمن بھیجا تو ان کو نصیحت فرمائی کہ "**يسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا**"[29](تم دونوں لوگوں پر آسانی کرنا اور تنگی نہ کرنا اور خوشی والا معاملہ کرنا، نفرت والا معاملہ نہ کرنا)۔ ایک دوسری جگہ فرمایا کہ" إنما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين"[30] (تمہیں آسانی کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے، نہ کہ تنگی کرنے والے)

یہ تمام شرعی نصوص واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں کہ معاملات میں لوگوں کے لیے آسانی کو مد نظر رکھا گیا ہے اور مشکل اور مشقت کو دور کیا گیا ہے۔ اسی چیز کے پیش نظر فقہاء اسلام نے فروعی مسائل میں آسانی والے پہلو کو مد نظر رکھا ہے۔ اور خبر دار! ایسا بھی نہیں ہے کہ آسانی کو کھلے عام کر دیا جائے کہ حلال کو حرام کر دیا جائے، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ جس حد تک لوگوں کی فلاح و بہبود کا پہلو نکل سکتا ہے اسے حدود و قیود میں رہتے ہوئے نکالا جا سکتا ہے۔

چونکہ بیع المرابحہ للآمر بالشراء بھی ایک ایسی بیع ہے جس میں لوگوں کے لیے نفع کا پہلو نمایاں طور پر پایا جاتا ہے اور اس میں شرعی لحاظ سے کوئی خامی بھی نہیں پائی جاتی، اس لیے شرعی مقاصد واصول کی بنیاد پر یہ بیع شرعا جائز ہے۔

دلیل خامس: عقد استصناع پر قیاس

وضاحت: فقہ حنفیہ میں عقد استصناع کے جواز کا متفقہ علیہ فتویٰ ہے، جس میں ایک شخص کسی ماہر فن کے پاس کوئی چیز تیار کرنے کا حکم دیتا ہے جس کی وہ مکمل تفصیل بتاتا ہے پھر ماہر شخص اس تفصیل کے مطابق وہ مطلوبہ چیز تیار کر دیتا ہے، مثلا درزی اور انجینئرز وغیرہ کی مجال میں عموما ایسے عقود پائے جاتے ہیں۔ اب یہاں چونکہ ایسی چیز پر عقد ہو رہا ہے جو موجود نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود فقہ حنفیہ میں اس کے جواز کا متفقہ علیہ فتویٰ موجود ہے، کیونکہ اس میں لوگوں کی مصلحت اور ضرورت پیش

---

[27] : البقرة 02 : 185

[28] : الحج 22 : 78

[29] : البخاری، صحیح البخاری، ح: 2873

[30] : ایضا ، ح: 5777

نظر ہے، اور اس عقد میں دھوکہ اور دوسرا کوئی شرعی مانع موجود نہیں ہے، اس لیے یہ جائز ہے۔ اسی عقد استصناع پر بیع المرابحہ للآمر بالشراء کو قیاس کیا گیا ہے، کیونکہ ان دونوں عقود میں بنیادی چیز باہمی عہد و پیمان ہے۔

بیع المرابحہ للآمر بالشراء میں وعدے کی پاسداری کے تصور کا جائزہ:

بیع المرابحہ بسیط کے جواز میں تو کسی کا اختلاف موجود نہیں ہے، بلکہ اس کے جواز پر سب کا اتفاق ہے جبکہ بیع المرابحہ للآمر بالشراء میں ایک نئی چیز پائی جاتی ہے اور وہ وعدہ کی پاسداری ہے، کیونکہ ایک شخص دوسرے کو کسی چیز کی خریداری کا حکم دیتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ وہ اس سے خرید لے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا اس وعدہ کی وجہ سے اس بیع پر کوئی اثر واقع ہوتا ہے یا نہیں؟ عہد و پیمان کرنا اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہے اور پھر اس کی وفا کرنا شرعی لحاظ سے واجب بھی ہے۔ جمہور اہل علم کے ہاں بھی معاملات میں عہد و پیمان کرنا شرعا جائز ہے اور پھر اس کی وفاء اس لیے فرض ہو جاتی ہے تاکہ باہمی اعتماد اور دوسرے کے نقصان کو محفوظ کیا جا سکے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے؛

"{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ}"[31] (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو معاملات میں وعدوں کی پاسداری کرو)

" {يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ}[32]" (اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہت بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں)۔ یہاں اپنی بات کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اپنی بات سے پھیر جانے والا شخص اللہ تعالیٰ کے غصے کا شکار ہوتا ہے۔

حدیث مبارک میں وعدہ کی پاسداری کے حوالہ سے آتا ہے کہ "آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا أؤتمن خان "[33] (منافق کی عمومی تین نشانیاں ہیں؛ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے اور جب امانت سونپی جائے تو خیانت کا مرتکب ہوتا ہے)۔ یہاں وعدہ کی پاسداری نہ کرنا مومن کی نہیں بلکہ منافق کی علامت بتائی گئی ہے۔

---

[31] : المائدة 5: 1

[32] : الصف 61 : 2، 3

[33] : البخاري، صحيح البخاري، ح: 33

ایک دوسری حدیث میں وعدہ اور بات پوری نہ کرنی سخت وعید بیان ہوئی ہے، جس میں عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری امی نے مجھے بلایا اور کہا کہ "تعال أعطك"[34] (ادھر آو میں تمہیں کچھ دوں)۔ جبکہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف فرماتھے تو آپ نے پوچھا کہ تمہارا کیا دینے کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کھجور دینے۔ تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ لو اگر تم اسے کچھ نہ دیتی تو یہ جھوٹ لکھا جاتا تھا۔

ان تمام نصوص قرانیہ اور نبویہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملات میں وعدہ کرنا مباح ہی نہیں بلکہ اس کی پاسداری بہت ضروری اور لازمی ہے، بصورت دیگر اس کے لیے سخت وعید ہے جو خلاف ورزی کرتا ہے۔ بیع المرابحہ للآمر بالشراء میں جو وعدہ اور عہد وپیمان پایا جاتا ہے وہ جائز ہے اور پھر اس کی پاسداری بھی لازمی ہے جیسا کہ مذکورہ ادلہ کا تقاضا ہے۔

بیع المرابحہ للآمر بالشراء کے مانعین اور ان کی ادلہ کا جائزہ

بیع المرابحہ للآمر بالشراء کے مانعین:

1- ڈاکٹر محمد سلیمان الاشقر، ان کی تصنیف "بيع المرابحة كما تجريه المصارف الاسلامية" جس میں انہوں نے اس بیع کے ممنوع ہونے کے موقف کو راجح قرار دیا ہے۔

2- ڈاکٹر رفیق المصری نے اپنی بحث بنام "بيع المرابحة للآمر بالشراء في المصارف الاسلامية" میں عدم جواز کے موقف کی طرف مائل ہوئے ہیں۔

3- ڈاکٹر ابوزید، بکر بن عبد اللہ نے بھی اپنی بحث "المرابحة للآمر بالشراء بيع المواعدة" میں منع کے حکم کو لیا ہے۔

4- ڈاکٹر حسن عبد اللہ الامین اپنی علمی بحث بعنوان "الاستثمار اللاربوي في نطاق عقد المرابحة" میں اسی موقف کی طرف گئے ہیں۔

5- الشیخ عبد الرحمن عبد الخالق نے بھی اپنی علم بحث بعنوان " شرعية المعاملات التي تقوم بها البنوك الإسلامية المعاصرة" میں اسی موقف کی اپنایا ہے۔

مانعین کی ادلہ اور ان کا جائزہ:

---

[34] : أحمد، ابن حنبل، مسند أحمد، مؤسسة الرسالة، 2001م، ج: 24، ص: 470، ح: 15702

زیر بحث مسئلہ میں مانعین کی کئی ادلہ ہیں، مگر ان میں سے قوی اور مشہور ترین ادلہ کو زیر بحث لایا جارہا ہے، اور بقیہ سے صرف نظر کیا جارہا ہے کیونکہ مانعین میں سے بعض خود ان دلائل کو کمزور خیال کرتے ہیں۔

دلیل اول: یہ بیع "بیع مالا یملک" کے حکم میں ہے۔

وضاحت: مانعین کا خیال ہے کہ بیع المرابحہ للآمر بالشراء میں ایسی چیز کی بیع ہوتی ہے جس کی ملکیت بائع کے پاس موجود نہیں ہوتی، یا اس چیز کا وجود نہیں ہوتا۔ اس طرح کی بیع کو شریعت نے منع فرمایا ہے جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں ہے "لا تبع ما ليس عندك"[35] (تم اس چیز کی بیع مت کرو جو آپ کے پاس نہیں ہے)۔ چونکہ بیع المرابحہ للآمر بالشراء میں بھی مبیع عقد کے وقت موجود نہیں ہوتا اس لیے یہ بیع شرعاً جائز نہیں ہے۔

دلیل کا جائزہ:

مانعین کی دلیل محل نظر ہے، کیونکہ بیع المرابحہ للآمر بالشراء میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ ابتداء میں محض ایک عہد وپیمان ہوتا ہے جس کی وفاء طرفین پر لازم ہوتی ہے اس کے بعد جب مامور مبیع کا خرید کر اپنے قبضہ میں کرلیتا ہے تو بیع پر عقد کا اغاز ہوتا ہے۔ یعنی بیع پر عقد کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب مبیع مامور کے قبضہ میں آجاتی ہے، پہلے صرف وعدہ ہوتا ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ اس بیع میں مبیع کا وجود نہیں ہوتا درست نہیں ہے، حقیقت حال کے برعکس ہے۔

دلیل ثانی: بیع المرابحہ للآمر بالشراء قرض کے ذریعہ ربا کی ایک صورت ہے۔

وضاحت: مانعین کا خیال ہے کہ اس بیع میں طرفین اصل میں کم درہم کی بیع زیادہ درھم کے ساتھ کرنے کے لیے حیلہ کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص اس کے پاس دراہم موجود نہیں ہیں، وہ کسی سے دراہم حاصل کرنے کے لیے حیلہ کرتا اور کہتا کہ کہ فلاں شخص سے مجھے یہ چیز خرید دو میں تمہیں اس قیمت کے برابر درہم بھی دوں گا ساتھ میں مزید بھی دوں گا۔ تو گویا کہ اصل میں اس نے بہانا بنایا ہے قرض کی صورت میں اور قرض کی واپسی میں اضافہ سود ہے۔

دلیل کا جائزہ:

مذکورہ بالا دلیل کے قائلین شاید بیع المرابحہ للآمر بالشراء کی حقیقت سے صحیح طرح روشناس نہیں ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ ایک خیالی بیع ہے۔ حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ مامور حقیقتاً مبیع کو خریدتا ہے اور اس خریداری میں تمام ارکان اور

---

[35] : أيضا، ج: 24، ص: 25، ح: 15311

اوصاف کو متحقق کرتا ہے اور پھر آمر کو بھی مکمل رسمی طریقہ سے چیز بیچتا ہے۔ یہاں قرض کی کوئی صورت فی الواقع موجود نہیں ہے۔ مثلا ایک ڈاکٹر کلینک کھولنا چاہتا ہے مگر اس کے پاس مبلغ نہیں ہے تو کسی تاجر یا اسلامی بینک کے پاس اپنی حاجت لے کر جاتا ہے اور ان سے مخصوص آلات کی خریداری کی درخواست کرتا ہے، تو مامور ان چیزوں کی بازار کے اصولوں کے مطابق حقیقتا خریداری کرتا ہے اور آمر کو فروخت کرتا ہے۔ یہاں حقیقی طور پر بیع کا عمل سرانجام دیا جاتا ہے، نہ کہ خیالی طور پر۔ چونکہ معاملہ حقیقت پر مبنی ہے تو یہ کہنا درست نہیں کہ اس بیع میں قرض پر حیلہ کیا جاتا ہے۔

دوسری بات معاملات کی حقیقت اور نوعیت بدلنے سے شرعی حکم بھی بدل جاتا ہے، جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ "بع الجمع بالدراهم، ثم ابتع بالدراهم جنيبا"[36] ایک شخص کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی کھجوروں پر عامل مقرر کیا، ایک دن وہ بڑی عمدہ کھجوریں لے آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا آیا خیبر کی ساری کھجوریں اسی طرح کی ہوتی ہیں؟ اس نے کہا جی نہیں! اصل میں ہم معمولی کھجوروں کے دو صاع کے بدلے ایک صاع اچھی کھجوروں کا خریدتے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا؛ ایسا مت کرو۔ پہلے اپنی معمولی کھجوریں بیچو پھر جو قیمت حاصل ہو اس سے اچھی کھجوریں خریدو"

مذکورہ حدیث پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ عامل کی بیع کا نتیجہ ایک ہی نکل رہا تھا، لیکن حضور اکرم ﷺ نے اس کی نوعیت اور طریقہ بدلنے کا حکم دیا جس سے اس کا شرعی حکم بدل گیا۔ کیونکہ پہلی صورت میں ایک جنس کے درمیان تفاضل پایا جارہا تھا جس سے غبن واقع ہونے کا خدشہ ہے دوسری صورت میں یہ خدشہ ختم ہو جاتا ہے، گویا کہ طریقہ کار بدلنے سے شرعی حکم بھی بدل جاتا ہے۔ یہاں بھی مانعین کا یہ دعویٰ درست نہیں ہے کیونکہ یہاں قرض کی صورت عملا بن نہیں رہی۔ اس لیے یہ مانعین کی یہ دلیل حقیقت حال کے برعکس ہے۔

دلیل ثالث: بیع المرابحہ للآمر بالشراء بیع العینہ کی ایک شکل ہے۔

وضاحت: بیع العینہ میں مشتری کا اصل مقصد چیز خریدنا نہیں ہوتا بلکہ مال حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے" إذا تبايعتم بالعينة وأخذتم أذناب البقر ورضيتم بالزرع وتركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلاً لا ينزعه حتى ترجعوا إلى دينكم "(جب تم لوگ بیع عینہ میں ملوث ہو جاؤ گے اور گائیوں کی دمیں پکڑ لوگے اور کھیتی باڑی کے ہو کر رہ جاؤ گے اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت طاری کر دے گا، وہ ذلت تب تک طاری رہے گی جب تک تم ان

---

[36] : البخاری، صحیح البخاری، ج: 3، ص: 228، ح: 2110

چیزوں سے باز نہ آجاؤ گے)۔ اب چونکہ بیع المرابحہ للآمر بالشراء میں بھی آمر کا مقصد نقدی کا حصول ہوتا ہے اور بیع و شراء صرف ایک حیلہ ہوتا ہے، اس لیے یہ بیع بیع العینہ کے زمرے میں آنے کی وجہ سے حرام ہے۔

دلیل کا جائزہ:

مانعین کی یہ دلیل یہاں قابل استدلال نہیں ہے۔ کیونکہ بیع العینہ اور بیع المرابحہ للآمر بالشراء میں کھلا فرق ہے۔ بیع العینہ میں صرف دو فریق ہوتے ہیں، جبکہ زیر بحث بیع میں تین فریق ہوتے ہیں (آمر۔ مامور اور بائع الحقیقی)۔ دوسرا فرق یہ ہے بیع العینہ میں مشتری اور بائع کے درمیان عقد کا ایک پہلو خیالی ہوتا ہے جو اصل مبیع کے حوالہ سے ہوتا ہے اور دوسرا پہلو لین دین کا ہوتا ہے اور وہ قرض ہوتا ہے جو حقیقتا لیا اور دیا جاتا ہے، جبکہ اس بیع میں مبیع بھی حقیقی طور پر لین دین کا حصہ ہوتا ہے اور عوض بھی۔ تیسرا فرق، بیع العینہ میں مشتری قرض کے لیے حیلہ کرتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ وہ بائع سے مبیع خرید کر بائع کو ہی بیچ دیتا ہے، جس کا مطلب اس کو مبیع میں دلچسپی ہرگز نہیں، بلکہ دلچسپی نقدی میں ہوتی ہے، جبکہ بیع المرابحہ للآمر بالشراء میں آمر کی اصل دلچسپی مبیع میں ہوتی ہے نہ کہ نقدی۔ اس لیے مانعین کا یہاں یہ استدلال درست نہیں ہے۔

راجح موقف:

مذکورہ بالا فریقین کے دلائل کا مطالعہ کرنے اور ان کا جائزہ لینے کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ دلائل کے اعتبار سے اور معاملات کی اصل کے اعتبار سے بیع المرابحہ للآمر بالشراء کے قائلین کا موقف درست ہے اور راجح ہے۔ جس میں لوگوں کی مصلحت اور معاملات میں شرعی مقاصد دونوں متحقق ہوتے نظر آتے ہیں۔

مزید یہ کہ عصر حاضر کی بڑی بڑی علمی مجالس جس میں کبار علماء نے اپنی تحقیقات کی روشنی میں بیع المرابحہ للآمر بالشراء کو جائز قرار دیا ہے اور اس حوالہ سے زیر بحث مسئلہ کے متعلقہ قرار داد مندرجہ ذیل ہیں؛

1- اسلامی بینک کی پہلی عالمی کانفرنس جو دوبئی میں (23-25 جمادی الثانیہ، 1399ھ) کو منعقد ہوئی، جس میں انسٹھ کے قریب ماہرین فن علماء نے شرکت کی، اس کانفرنس کی قراداد میں اس طرح سے اس بیع کو جائز قرار دیا گیا؛

> «يرى المؤتمر أن هذا التعامل يتضمن وعدًا من عميل المصرف بالشراء ... ووعدًا آخر من المصرف بإتمام هذا البيع بعد الشراء، طبقًا لذلك الشرط، إن مثل هذا الوعد ملزم للطرفين قضاء، طبقًا لأحكام المذهب المالكي، وهو ملزم للطرفين ديانة، طبقًا لأحكام المذاهب الأخرى،

وما يلزم ديانة يمكن الإلزام به قضاء إذا اقتضت المصلحة ذلك، وأمكن للقضاء التدخل فيه"[37]

کانفرنس کی رائے ہے کہ یہ معاملہ - جس میں آمر مامور سے کوئی چیز خریدنے کا وعدہ کرتا ہے اور دوسرا وعدہ مامور کی طرف سے ہوتا ہے کہ مبیع کی خریداری مشروط اور موصوف طریقہ کار سے عمل میں لائی جائیگی - ایسا معاملہ دونوں فریقین کے لیے مذہب مالکیہ کے مطابق قضائی صورت میں قابل التزام ہوتا ہے اور دیگر مذاہب کے ہاں دینی لحاظ سے قابل التزام ہوتا ہے۔ جب معاملہ دینی لحاظ سے قابل التزام ہو تو قضائی لحاظ سے بھی قابل التزام ہوتا ہے۔ لہذا اس صورت میں قضاء اپنی مداخلت کے ساتھ اس کو جائز قرار دے سکتی ہے۔

2- اسلامی بینک کی دوسری عالمی کانفرنس جو کویت میں (6-8 جمادی الآخرہ، 1403ھ) کو منعقد ہوئی، اس میں بھی کئی علماء نے شرکت کی، جس کی قرارداد میں بیع المرابحہ للآمر بالشراء کے جواز کا شرعی حکم بھی شامل تھا:

"يقرر المؤتمر أن المواعدة على بيع المرابحة للآمر بالشراء، بعد تملك السلعة المشتراة، وحيازتها، ثم بيعها لمن أمر بشرائها بالربح المذكور في الموعد السابق، هو أمر جائز شرعًا، طالما كانت تقع على المصارف الإسلامية مسؤولية الهلاك قبل التسليم، وتبعة الرد فيما يستوجب الرد بعيب خفي. وأما بالنسبة للوعد، وكونه ملزمًا للآمر أو المصرف أو كلايهما، فإن الأخذ بالإلزام هو الأحفظ لمصلحة التعامل، واستقرار المعاملات، وفيه مراعاة لمصلحة المصرف والعميل، وأن الأخذ بالإلزام أمر مقبول شرعًا"[38]

کانفرنس میں طے پایا ہے کہ بیع المرابحہ للآمر بالشراء میں عہد وپیمان کی یہ صورت کہ مبیع کو خریدنے اور قبضہ میں لینے کے بعد اسے آمر کو اس کے سابق وعدہ کی بناء پر نفع کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔ عمومی طور پر اسلامی بینکوں پر مبیع کی ضمان رہتی ہے جب تک اسے آمر کے سپرد نہ کردے اور عیب کی صورت میں واپسی کا اختیار بھی ہوتا ہے۔ اور رہی بات عہد وپیمان کی اور اس پر عمل کو یقینی بنانے کی تو اس میں باہمی معاملہ کی مصلحت کا تحفظ ہوتا ہے اور معاملات میں

---

[37] : الدبيان، ابن محمد الدبيان، المعاملات المالية المعاصرة أصالة، مكتبة الملك فهد الوطنية، الرياض، 1434ھ ، ج: 12، ص: 367

[38] : الدبيان، المعاملات المالية المعاصرة أصالة، ج: 12، ص: 354

استحکام پیدا ہوتا ہے۔ اس الزام میں جہاں آمر اور مامور دونوں کی فلاح وبہبود متحقق ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ الزام کیساتھ کسی چیز کا لین دین کرنا شرعا قابل قبول ہے۔

خلاصہ و نتیجۃ البحث:

بیع المرابحہ للآمر بالشراء موجودہ دور کا اہم ترین فقہی مسئلہ ہے، جس میں عامۃ الناس کی مصالح متضمن ہیں۔ اس بیع کی اصل شرعی نصوص میں موجود ہے، جسے فقہاء کرام بیع المرابحہ البسیط سے تعبیر کرتے ہیں، جس کے جائز ہونے میں سب کا اتفاق(39) ہے۔ جبکہ بیع المرابحہ المرکب یعنی بیع المرابحہ للآمر بالشراء اس میں علماء وفقہاء کا اختلاف ہے۔ بحث ھذا مین اس اختلاف کو تفصیل سے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے دلائل بھی پیش کیے گئے اور ان کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ ان تمام دلائل کا جائزہ نصوص شریعت کی روشنی میں لیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بیع کے جواز کے قائلین کا موقف دلائل کے مضبوط وسالم ہونے کے ساتھ ساتھ مقاصد شریعت کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کی وجہ سے راجح اور قوی ہے۔ نتیجے کے طور پر کہا جاسکتا ہے آج کل سودی بینکوں کے نظام سے کئی حد تک بیع المرابحہ للآمر بالشراء کے ذریعہ سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کسی بھی شخص کو بینک سے سود کے ساتھ قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس کے متبادل شرعی طور پر بیع المرابحہ للآمر بالشراء کا راستہ اختیار کیا جائے۔ کوئی بھی شخص یا کمپنی یا ادارہ اپنی ضرورت کی اشیاء کو کسی تاجر یا اسلامی بینک سے منافع کے ساتھ ادھار میں خرید سکتا ہے بشرطیکہ اس دوران بیع المرابحہ للآمر بالشراء کی تمام شروط وحدود (مبیع کے اوصاف متعین ہوں، مبیع کا قبضہ اور حق خیار متحقق ہو، ادھار کی ادائیگی کا وقت اور نفع دونوں معلوم ہوں) مد نظر رکھی گئی ہوں۔ چونکہ انسان عمومی طور پر قرض اپنی ضرورت کی چیز خریدنے کے لیے لیتا ہے، اس لیے اس کا جائز اور محفوظ طریقہ بیع المرابحہ للآمر بالشراء میں موجود ہے۔

---

[39] : ابن القدامة، المغني، ج: 4، ص: 136